تورق — تعارف واحکام

ملخص

مفتی محمد سراج الدین قاسمی
رفیق اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : تورق – تعارف واحکام

ملخص : مفتی محمد سراج الدین قاسمی

صفحات : ۲۴

سن طباعت : ۲۰۱۵ء

قیمت :

ناشر

ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی

۱۶۱ – ایف، بیسمنٹ، جوگا بائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸

جامعہ نگر، نئی دہلی – ۱۱۰۰۲۵

فون 011- 26981327:

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست عناوین

پیش لفظ	۷
تورق کی تعریف	۹
بیع عینہ کی تعریف	۱۰
بیع عینہ کا حکم	۱۲
تورق کے سلسلہ میں فقہاء کی آراء	۱۴
تورق کی شکلیں	۲۰
بینکاری تورق کی مختلف صورتیں	۲۱
اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے تجاویز	۲۲
تورق اور اسلامی بینکوں کا مروجہ طریقہ کار	۲۴

☆☆☆

پیش لفظ

تاجروں اور مالیاتی اداروں کو بنیادی ضرورت، ٹھوس سامان اور اشیاء کی پڑتی ہے لیکن بہت سے مواقع پر نقد رقم بھی مطلوب ہوتی ہے، تا کہ وہ مزدوروں کی تنخواہ ادا کریں، سامان کے حمل ونقل کی اجرت ادا کریں، اور اس طرح کے دوسرے کاموں کو انجام دیں، اسلامی مالیاتی اداروں کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ روپیوں کے بجائے اثاثہ فراہم کرتے ہیں، اور اثاثہ ہی کو نفع کا ذریعہ بناتے ہیں، اگر وہ روپئے سے روپیہ حاصل کریں تو یہ سود کے دائرہ میں آجائے گا؛ اس لئے عام طور پر ان اداروں کے ذریعہ نقد رقم فراہم نہیں کی جاتی۔

کچھ عرصہ سے لوگوں کی اس ضرورت کو پورا کرنے اور نقد فراہم کرنے کے لئے تورق نی کی صورت اختیار کی جارہی ہے، جس میں ادارہ تو سامان ہی فراہم کرتا ہے، لیکن خریدار اس کو بیچ کر نقد رقم حاصل کرلیتا ہے، اس صورت کا ذکر فقہ کی قدیم کتابوں خاص کر شوافع اور حنابلہ کے یہاں موجود ہے، اور احناف اور مالکیہ کے یہاں بھی بیع عینہ (جو دو افراد کے درمیان ہوتی ہے) اور تورق (جس میں کم سے کم تین افراد کا کردار شامل ہوتا ہے) فرق کیا گیا ہے اور تورق کی صورت جائز قرار دی گئی ہے، گو اس اصطلاح کا استعمال ان کے یہاں عام طور پر نہیں پایا جاتا۔

اکیڈمی کے انیسویں فقہی سمینار منعقدہ ۱۲–۱۵/فروری ۲۰۱۰ء، ہانسوٹ گجرات میں جن مسائل پر بحث کی گئی ان میں تورق کا مسئلہ بھی شامل تھا؛ کیونکہ یہ عقد اپنی شکل کے اعتبار سے جائز معلوم ہوتا ہے لیکن ایک احساس یہ بھی ہے کہ اس میں بالواسطہ کم روپیہ دے کر زیادہ

روپیہ حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور سود کا شبہ پایا جارہا ہے؛ چنانچہ سمینار میں بڑے اہم مقالات پیش ہوئے، علماء کے مناقشات سامنے آئے اور جوبات طے ہوئی وہ یہ کہ اگر سادہ طریقہ پر تورق کی شکل پائی جائے تب تو یہ جائز ہے؛ کیونکہ سامان لینے والا ادھار سامان خرید کرتا ہے، جو جائز ہے، اور اس کو بیچ کر جو نقد رقم حاصل کرتا ہے، وہ بھی درست ہے، کیونکہ یہ دونوں صورتیں بیع کی ہیں، لیکن منصوبہ بند تورق جس میں فائدہ بالآخر پہلے بائع کی طرف لوٹ آتا ہے، درست نہیں ہے۔

یہ ایک دقیق علمی موضوع ہے، لیکن مسئلہ کی نوعیت ایسی ہے کہ ادارے ہی نہیں افراد بھی اس سے دو چار ہوسکتے ہیں اور فائدہ اٹھاسکتے ہیں؛ اس لئے آسان اور عام فہم زبان میں مسئلہ سے متعلق وضاحت پیش کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی، اکیڈمی کے شعبہ علمی کے رفیق محب عزیز مولانا محمد سراج الدین قاسمی بارک اللہ فی حیاتہ وعلمہ کو یہ کام سپرد کیا گیا، چنانچہ انہوں نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اس مسئلہ کا پس منظر، اس سلسلہ میں فقہاء کی آراء، موجودہ مالیاتی اداروں کے طریقہ کار کا تجزیہ اور علماء وارباب افتاء کے فیصلے کو آسان اور عام فہم زبان میں پیش کیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کو امت کے لئے نفع کا ذریعہ بنائے

خالد سیف اللہ رحمانی

جنرل سکریٹری

۹/فروری ۲۰۱۵ء

مطابق ۱۹/ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ

تورق — تعارف واحکام

تورق کی تعریف:

تورق (Monetisation) ورق سے مشتق ہے، ورق کے معنی چاندی کے سکہ کے ہیں، عربی زبان کے قاعدہ کے مطابق ورق یعنی چاندی کے طلب کرنے کو تورق کہتے ہیں (لسان العرب لابن المنظور ۱۰/۳۷۵)۔

فقہاء کی اصطلاح میں تورق کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص کسی چیز کو ادھار خریدے، پھر اسی چیز کو فروخت کنندہ کے علاوہ کسی اور شخص کے ہاتھ کم قیمت پر نقد فروخت کردے، تاکہ اسے نقد رقم حاصل ہوجائے، "**أن یشتری المرء سلعة نسیئة ثم یبیعها نقدا بغیر البائع بأقل مما اشتراها به لیحصل بذلک علی النقد**" (الموسوعة الفقہیہ الکویتیہ ۱۴/۱۴۷، مادہ: تورق، فقرہ ۱:) (آدمی کوئی سامان ادھار خریدے، پھر بائع کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ جتنے میں خریدا ہے اس سے کم میں بیچ دے تاکہ اسے کرنسی حاصل ہوجائے)۔

اس تعریف کا ماحصل یہ ہے کہ ایک شخص کو نقد رقم کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن اس کو نقد رقم حاصل نہیں ہو پاتی ہے، تو وہ کسی شخص سے کوئی سامان ادھار خرید لیتا ہے، پھر وہ اس سامان کو پہلی قیمت سے کم میں کسی تیسرے شخص کے ہاتھ نقد فروخت کردیتا ہے، اس طرح اس کو نقد رقم حاصل ہوجاتی ہے، لیکن یہ ایک انفرادی معاملہ ہوتا تھا اور اتفاقاً کبھی اس کی ضرورت پیش آجاتی تھی، لیکن اب اسلامی بینک فائنانس کے لئے اس کو منظم طریقے سے کرنے لگی ہے، اور یہ ایک طرح سے قرض میں نفع حاصل کرنے کی ایک صورت بن گئی ہے، حالانکہ اسلامی

قانون کے مطابق قرض دے کر مقروض سے کسی طرح کا نفع حاصل کرنا سود ہے، اصول فقہ کا قاعدہ ہے :"کل قرض جرنفعا فھو ربا" (ابن نجیم، زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم (۹۲۶-۹۷۰ھ)، الاشباہ والنظائر ۱/۲۶۵، کتاب المداینات، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، سن طباعت ۱۹۸۰ء) (ہر ایسا قرض جس سے نفع حاصل ہو تو وہ ربا ہے)۔

اس پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے اپنے انیسویں فقہی سمینار میں تورق کے مسئلہ کو غور وفکر کا موضوع بنایا، اس سمینار میں ہندوستان کے علماء واصحاب افتاء کے علاوہ عالم عرب کے مشہور اسلامی معاشیات کے ماہر ڈاکٹر محی الدین قرہ داغی نے بھی شرکت کی اور بحث میں حصہ لیا۔

تورق کی مذکورہ صورت ایک نئی صورت ہے، جس کا ذکر فقہ وفتاوی کی کتابوں میں نہیں ملتا ہے، البتہ اس سے ملتی جلتی شکل بیع عینہ کی ہے، اور کتب احادیث میں بیع عینہ سے منع کیا گیا ہے، اس لئے تورق پر گفتگو کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ بیع عینہ کی حقیقت اور اس کا حکم جان لیا جائے تا کہ اس پر قیاس کرتے ہوئے تورق کا حکم معلوم کرنا آسان ہو۔

بیع عینہ کی تعریف:

علامہ شامی لکھتے ہیں :"**اختلف المشائخ فی تفسیر العینة التی ورد النهی عنها، قال بعضهم تفسیرها :أن یأتی الرجل المحتاج إلی آخر لیستقرضه عشرة دراهم ولا یرغب المقرض فی الاقراض طمعا فی فضل لا یناله بالقرض فیقول :لا أقرضک ولکن أبیعک هذا الثوب إن شئت باثنی عشر درهما وقیمته فی السوق عشرة لیبیعه فی السوق بعشرة فیرضی به المستقرض فیبیعه کذلک فیحصل لرب الثوب درهمان وللمشتری قرض عشرة**" (ابن عابدین محمد علاء الدین آفندی، رد المحتار علی الدر المختار ۵/۲۷۳، مطلب فی بیع التلجئة ناشر: دار الفکر للطباعة والنشر، بیروت سن طباعت ۲۰۰۰ء)۔

(احادیث میں جس بیع عینہ سے ممانعت آئی ہے اس کی تفسیر میں مشائخ حنفیہ کے مختلف اقوال ہیں، بعض حضرات نے کہا: اس کی مراد یہ ہے کہ ایک محتاج شخص دوسرے کے پاس آئے اور اس سے دس درہم قرض طلب کرے، قرض دینے والا قرض نہ دینا چاہتا ہو، اس لئے کہ قرض دے کر وہ کوئی نفع حاصل نہیں کرسکتا ہے (اور اسے نفع حاصل کرنے کی لالچ ہو) لہذا وہ کہے کہ میں تمہیں قرض تو نہیں دوں گا، لیکن چاہو تو میں تم سے بارہ درہم میں یہ کپڑا فروخت کرسکتا ہوں، جس کی قیمت بازار میں دس درہم ہوتا کہ وہ اسے بازار میں دس درہم میں فروخت کرلے اور قرض کا خواہش مند شخص اس پر رضامند ہوجائے اور وہ اس کو اسی طرح فروخت کرلے، اس طرح کپڑے کے مالک کو دو درہم کا نفع مل جائے اور خریدار کو دس درہم کا قرض)۔

علامہ شامی نے ایک دوسری تعریف یہ کی ہے کہ: "**هي أن يدخل بينهما ثالثا فيبيع المقرض ثوبه من المستقرض باثني عشر درهما ويسلمه إليه ثم يبيعه الثالث من صاحبه وهو المقرض بعشرة ويسلمه اليه ويأخذ منه العشرة ويدفعها للمستقرض فيحصل للمستقرض عشرة ولصاحب الثوب عليه اثنا عشر درهما كذا في المحيط**" (سابقہ حوالہ)۔

(بعض حضرات نے عینہ کی تفسیر یہ کی ہے کہ دو آدمی اپنے درمیان تیسرے آدمی کو داخل کرلیں، قرض دہندہ اپنا کپڑا قرض لینے والے کے ہاتھ بارہ درہم میں فروخت کرے اور اسے حوالہ کردے، پھر جس کو قرض مطلوب ہے، وہ اس تیسرے شخص سے جس کو ان دونوں نے درمیان میں داخل کیا تھا، دس درہم میں فروخت کردے اور کپڑا اس کے حوالہ کردے، نیز اس سے دس درہم لے لے اور یہ تیسرا شخص طالب قرض کو یہ دس درہم دے دے، اس طرح طالب قرض کو دس درہم (نقد) حاصل ہوجائیں اور کپڑے والے کے اس کے ذمہ بارہ درہم

ہوجائیں)۔

بیع عینہ کا حکم:

امام شافعی اور امام ابو یوسف کے علاوہ تقریبا تمام فقہاء کے نزدیک بیع عینہ ناجائز ہے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: "**إن من باع سلعة بثمن موجل ثم اشتراها بأقل منه نقداً لم یجز فی قول أکثر أهل العلم روی ذلک عن ابن عباس، وعائشة، والحسن، وابن سیرین، والشعبی، وبه قال أبو الزناد وأصحاب الرأي... ولأن ذلک ذریعة إلی الربا**" (ابن قدامہ: ابومحمد موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد (متوفی ۶۲۰ھ)، المغنی فی فقہ الإمام احمد بن حنبل الشیبانی ۴/۲۷۷، دارالفکر بیروت، طبع اول ۱۴۰۵ھ)۔

(کسی شخص نے کوئی سامان ادھار فروخت کیا پھر اس سامان کو خریدار سے کم قیمت میں نقد خرید لیا، تو اکثر اہل علم کے قول کے مطابق جائز نہیں ہے، اور یہ عدم جواز کا قول حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ، شعبیؒ سے منقول ہے، اور اس کے قائل ابوالزناد اور اصحاب الرائے ہیں کیونکہ یہ سود کا ذریعہ ہے)۔

امام ابو یوسفؒ نے بیع عینہ کو جائز قرار دیا ہے، جبکہ امام محمدؒ نے اس کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، امام محمدؒ کے الفاظ ملاحظہ ہوں، امام محمدؒ فرماتے ہیں: "**هذا البیع فی قلبی کأمثال الجبال اخترعه اکلة الربا**" (میرے دل میں یہ بیع پہاڑ کی طرح معلوم ہوتی ہے، یہ ایسا برا طریقہ ہے جسے سودخواروں نے وضع کیا ہے)۔

علامہ ابن الہمام نے دونوں طریقوں کا محمل الگ الگ قرار دیا ہے، علامہ شامی علامہ ابن الہمام کے حوالہ سے لکھتے ہیں: "**إن الذی یقع فی قلبی أنه إن فعلت صورة یعود فیها إلی البائع جمیع ما أخرجه أو بعضه...... فیکره یعنی تحریما، فإن لم یعد کما**

إذا باعه المديون فی السوق فلا کراهة فيه بل خلاف الأولی... وجعله السيد أبو السعود محمل قول أبی يوسف وحمل قول محمد والحديث علی صورة العود" (ابن عابدین: محمد علاء الدین آفندی، ردالمحتار علی الدر المختار، مطلب بیع العینۃ ۳۲۶/۵، ناشر دارالفکر للطباعۃ والنشر، بیروت، سن طباعت ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۰ء) (میرے دل میں جو بات آتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایسی صورت اختیار کی گئی کہ جس میں بائع کی طرف تمام وہ سامان یا نقد لوٹ آئے جو اس نے نکالا ہے یا اس کا بعض حصہ لوٹ آئے تو یہ بیع مکروہ تحریمی ہوگی اور اگر بائع کی طرف مبیع نہ لوٹے ،مثلاً مقروض سامان بازار میں بیچ دے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، البتہ یہ خلاف اولی ہے اور سید ابوالسعود نے امام ابو یوسفؒ کے قول کا اسی کو مصداق قرار دیا ہے اور امام محمدؒ کے قول اور حدیث کا مصداق مبیع کا بائع کی طرف دوبارہ لوٹ آنے کی صورت کو قرار دیا ہے)۔

امام شافعی نے بیع عینہ کو جائز قرار دیا ہے، البتہ متاخرین شوافع نے بیع عینہ کو مکروہ قرار دیا ہے (الماوردی: ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی (متوفی ۴۵۰ھ) الحاوی فی فقہ الشافعی، فی بیع حبل الحبلۃ ۳۳۸/۵، ناشر: دارالکتب العلمیہ، بیروت طبع اول ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۴ء)۔

خلاصہ یہ کہ بیع عینہ کی یہ صورت کہ فروخت کردہ شئی کم قیمت پر فروخت کنندہ خود خرید لے، تمام علماء کے یہاں ناجائز ہے۔

عدم جواز کے دلائل:

رسول اللہ ﷺ نے بیع عینہ سے منع فرمایا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**إذا تبايعتم بالعينة وأخذتم أذناب البقر ورضيتم بالزرع وتركتم الجهاد سلط الله عليكم ذلا لا ينزعه حتی ترجعوا إلی دينكم**" (ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، فی النھی عن العینۃ ۲۹۱/۳، حدیث ۳۴۶۴: ، ناشر: دارالکتاب العربی، بیروت) (جب تم بیع عینہ کرنے لگو گے، بیل کے دم پکڑنے لگو گے، کھیتی پر

راضی ہوجاؤ گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کردے گا، جو اس وقت تک دور نہ ہوگی جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف واپس نہ آ جاؤ)۔

سنن دارقطنی میں حضرت عالیہ سے منقول ہے کہ حضرت ام محبۃ نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ میں نے اپنی باندی حضرت زید بن ارقم سے آٹھ سو کے عوض ادھار فروخت کردیا، پھر انہوں نے اس کو مجھ سے چھ سو میں نقد فروخت کردیا، حضرت عائشہ یہ سن کر برہم ہوئیں اور فرمایا: تمہارا بیچنا اور خریدنا دونوں ہی برا ہے اور زید کو یہ خبر پہنچا دو کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو جہاد کیا تھا وہ سب غارت ہوگیا، الا یہ کہ وہ اس سے توبہ کرلیں، روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: "**فقالت أم محبة يا أم المؤمنين كانت لى جارية وانى بعتها من زيد بن ارقم الأنصاري بثمانمأة إلى عطائه وإنه أراد بيعهافابتعتها منه بستمأة نقدا قالت :فاقبلت علينا فقالت :بئس ماشريت واماشتريت فأبلغي زيدا أنه قد ابطل جهاده مع رسول الله ﷺ إلا أن يتوب**" (ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی (۳۰۶–۳۸۵ھ)، سنن دارقطنی ۳/۴۸۷، حدیث ۳۰۰۳:)۔

تورق کے سلسلہ میں فقہاء کی آراء:

جمہور علماء یعنی حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور اصحاب ظواہر کے نزدیک تورق جائز ہے۔

الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ میں ہے :"**جمهور العلماء على إباحته سواء من سماه تورقاً وهم الحنابلة أو من لم يسمه بهذا الاسم وهم من عدا الحنابلة**" (الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۱۴/۱۴۷، مادہ: تورق) (جمہور علماء اس کی اباحت کے قائل ہیں، وہ لوگ بھی جو اس کو تورق کا نام دیتے ہیں اور وہ لوگ بھی جو اس کو اس نام سے موسوم نہیں کرتے ہیں اور وہ حنابلہ کے علاوہ دوسرے فقہاء ہیں)، البتہ امام احمد بن حنبلؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ تورق حرام

ہے، علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم نے اسی کو راجح قرار دیا ہے (ابن تیمیہ، احمد عبد الحلیم بن تیمیہ (۶۶۱ – ۷۲۸ھ) فتاوی ابن تیمیہ ۲۹/ ۴۳۱، ناشر: مکتبۃ ابن تیمیہ، ابن القیم، محمد بن ابی بکر ابوعبداللہ ابن القیم الجوزیۃ، اعلام الموقعین لیس للعبد بالامانواہ، ۳/ ۱۷۰، ناشر: دار الجیل بیروت، سن طباعت ۱۹۷۳ء)۔

جائز قرار دینے والوں کی دلیلیں:

جن حضرات نے تورق کو جائز قرار دیا ہے، ان کے پیش نظر درج ذیل دلائل ہیں :

۱ – اللہ تعالیٰ نے تجارت کو جائز قرار دیا ہے اور سود کو حرام، اور تورق کی شکل بنیادی طور پر تجارت کی ہے، جس میں ایک شخص سے ایک چیز خریدی جاتی ہے اور خریدار دوسرے شخص سے اسے فروخت کرتا ہے۔

۲ – ”**عن أبی سعید الخدری و أبی هریرة رضی الله عنهما أن رسول الله ﷺ استعمل رجلاً علی خیبر فجاءه بتمر جنیب ، فقال رسول الله ﷺ :أکلّ تمر خیبر هکذا ؟ قال :لا والله یا رسول الله ! إنا لنأخذ الصاع من هذا بالصاعین والصاعین بالثلاثة ، فقال رسول الله ﷺ :لا تفعل، بع الجمع بالدراهم ثم ابتع بالدراهم جنیباً**“ (محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری (متوفی ۲۵۶ھ) ۴/ ۳۹۹، حدیث ۲۲۰۱: ناشر: دار الشعب القاہرہ، طبع اول ۱۴۰۷ھ – ۱۹۸۷ء)۔

(حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو خیبر پر عامل بنایا، وہ جنیب نامی کھجور لے کر آئے، رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں اسی طرح کی ہیں؟ انھوں نے عرض کیا: خدا کی قسم! نہیں، اے اللہ کے رسول! ہم اس کھجور کا ایک صاع دو صاع کے بدلہ اور دو صاع تین صاع کے بدلہ لیتے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کرو؛ بلکہ دو صاع یا تین صاع کھجور کو درہم کے بدلہ فروخت کرو اور درہم سے یہ جنیب نامی کھجور حاصل کرو)۔

۳- معاملات میں اصل مباح ہونا ہے، سوائے اس کے کہ حرمت پر کوئی دلیل موجود ہو۔

۴- بعض دفعہ لوگوں کو نقد رقم کی ضرورت پڑتی ہے، اور کوئی شخص قرض دینے کو تیار نہیں ہوتا ہے، ایسی صورت میں تورق کے ذریعہ نقد رقم حاصل کی جاسکتی ہے اور سود سے بچا جاسکتا ہے۔

مانعین کی دلیلیں:

جو حضرات تورق کے جائز نہ ہونے کے قائل ہیں، انھوں نے حسبِ ذیل اُمور سے استدلال کیا ہے :

۱-"عن أبي إسحاق عن امرأته أنها دخلت على عائشة رضي الله عنها نسوة، فسألتها امرأة فقالت :يا أم المومنين :كانت لي جارية فبعتها من زيد بن أرقم بثمان مائة إلى أجل، ثم اشتريتها منه بست مائة فنقدته ستمائة، و كتبت عليه ثمان مائة، فقالت عائشة :بئس و الله ما اشتريت! و بئس و الله ما اشترى، أخبري زيد بن أرقم أنه قد أبطل جهاده مع رسول الله ﷺ إلا أن يتوب" (ابوبکر، عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی، مصنف عبد الرزاق تحقیق حبیب الرحمن الاعظمی ۸/ ۱۸۴-۱۸۵، حدیث نمبر: ۱۴۸۱۲، ناشر: المکتب الإسلامی، بیروت، طبع دوم، ۱۴۰۳ھ)۔

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ خواتین آئیں، ایک خاتون نے سوال کرتے ہوئے عرض کیا: ام المومنین! میری ایک باندی تھی، میں نے اس کو زید بن ارقم سے آٹھ سو میں فروخت کر دیا، پھر اسی کو ان سے چھ سو میں خرید کر لیا تو میں نے چھ سو ان سے وصول کئے اور ان کے آٹھ سو ہو گئے، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ خدا کی قسم! کیا ہی بدترین ہے تمہارا خریدنا اور ان کا خریدنا، زید بن ارقم کو بتا دو کہ اگر انھوں نے توبہ نہیں کی تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انھوں نے جو جہاد کیا ہے، انھوں نے اس کو ضائع کر لیا)۔

اس روایت میں جوصورت مذکور ہے، اس میں بالواسطہ ہی نفع پہنچایا گیا ہے؛ لیکن حضرت عائشہ ؓ نے اسے بھی قابل قبول نہیں سمجھا۔

۲– رسول اللہ ﷺ نے بیع عینہ سے منع فرمایا؛ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"إذا تبايعتم بالعينة، وأخذتم أذناب البقر، ورضيتم بالزرع، وتركتم الجهاد سلط الله عليكم ذلاً لا ينزعه حتى ترجعوا إلى دينكم" (ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، فی النہی عن العینۃ ۳/۲۹۱، حدیث ۳۴۶۴: ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت)۔

(جب تم بیع عینہ کرنے لگو گے، بیل کی دم پکڑنے لگو گے، کھیتی پر راضی ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت کو مسلط کر دے گا، جو اس وقت تک دور نہ ہو گی، جب تک تم اپنے دین کی طرف واپس نہ آجاؤ)۔

عینہ اور تورق میں مماثلت یہ ہے کہ عینہ میں بالواسطہ روپیہ پر نفع حاصل کیا جاتا ہے اور تورق میں بھی بالواسطہ یہی عمل ہوتا ہے، صرف فرق یہ ہے کہ عینہ دو افراد کے درمیان ہوتا ہے اور تورق تین افراد کے درمیان۔

۳– **"عن شيخ من بني تميم قال: خطبنا علي رضي الله عنه قال: نهى رسول الله ﷺ عن بيع المضطر وبيع الغرر وبيع الثمرة قبل أن تدرك الخ"** (سنن ابی داؤد، باب بیع المضطر، کتاب البیوع، حدیث نمبر: ۳۳۸۴، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت)۔

(بنی تمیم کے ایک شخص سے مروی ہے کہ حضرت علی ؓ نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مضطر کی بیع، غرر یعنی جہالت و ابہام والی بیع اور پھل کے قابل استعمال ہونے سے پہلے اس کی بیع سے منع فرمایا ہے)۔

تورق بھی اصل میں حالتِ اضطرار ہی کی بیع ہوتی ہے کہ وہ نقد رقم لینے کے لئے مجبور

ہوتا ہے اور اس بنا پر اسے ایک چیز خرید کر بیچنی پڑتی ہے۔

۴– حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

”إذا استقمت بنقد وبعت بنقد فلا بأس به، و إذا استقمت بنقد فبعت بنسيئة فلا إنما ذلک ورق بورق “ (مصنف عبد الرزاق بتحقيق حبيب الرحمن الاعظمی ۲۳۶/۸، حدیث ۱۵۰۲۸ : ، المکتب الاسلامی بیروت طبع دوم، ۱۴۰۳ھ)۔

(جب تم نقد خریدو اور پھر نقد بیچو تو حرج نہیں اور نقد خریدو اور اُدھار بیچو تو اس میں خیر نہیں، یہ درہم کی درہم سے بیع ہے)۔

۵– تورق دراصل ربا کے لئے ایک حیلہ ہے اور شریعت کا ایک مستقل اُصول سد ذریعہ ہے کہ نہ صرف گناہ کو منع کیا جائے؛ بلکہ ان راستوں کو بھی بند کر دیا جائے جو گناہ کا سبب بنتے ہیں، لہٰذا سد ذریعہ کے طور پر تورق کو ممنوع ہونا چاہئے۔

جن حضرات نے اسے جائز قرار دیا ہے، ان کے پیش نظر یہ ہے کہ اللہ تعالی نے تجارت کو جائز قرار دیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے، اور تورق کی شکل بنیادی طور پر تجارت کی ہے جس میں ایک شخص سے ایک چیز خریدی جاتی ہے اور خریدار دوسرے شخص سے اسے فروخت کر دیتا ہے، نیز بسا اوقات لوگوں کو نقد رقم کی ضرورت ہوتی ہے اور قرض دینے والا کوئی نہیں ہوتا ہے، لہٰذا ضرورتمند شخص تورق کے ذریعہ نقد رقم حاصل کر کے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے۔

یہ دلائل گرچہ مضبوط معلوم ہو رہے ہیں، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان دلائل میں قوت نہیں ہے، کیونکہ یہ صحیح ہے کہ تورق میں دو الگ الگ خرید وفروخت ہوتے ہیں، لیکن اس خرید وفروخت سے عاقدین کا مقصد سامان کی خرید وفروخت نہیں ہے، بلکہ قرض دے کر نفع حاصل کرنا ہے، اور معاملات میں الفاظ کی اہمیت نہیں ہوتی ہے، بلکہ مقاصد پیش نظر

ہوتی ہے، اصول فقہ کا قاعدہ ہے:"**لا عبرة فی العقود للالفاظ والمبانی، والعبرة للمقاصد والمعانی**"(علی حیدر، درر الحکام شرح مجلة الأحکام ۱/۱۸؛ ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت)، نیز بعض دفعہ انفرادی طور پر ایک عقد کا حکم الگ ہوتا ہے، لیکن اگر اس کے ساتھ کوئی اور عقد جمع ہوجائے تو اجتماعی حیثیت میں اس کا حکم مختلف ہوجاتا ہے، بیع عینہ کو اسی بنیاد پر حرام قرار دیا گیا ہے، ورنہ فی الجملہ دو الگ الگ عقد اس میں بھی پائے جاتے ہیں، اس سلسلہ میں علامہ ابن اسحاق شاطبی کی یہ عبارت بڑی چشم کشا ہے:

"**... الاستقراء من الشرع عرف أن للاجتماع تأثیراً فی أحکام لا تکون فی حالة الانفراد ... فقد نهی علیه الصلاة والسلام عن بیع و سلف و کل واحد منهما لو انفرد لجاز ... ونهی عن جمع المفترق وتفریق المجتمع خشیة الصدقة و ذلک یقتضی أن للاجتماع تأثیراً لیس للانفراد**" (شاطبی، ابراہیم بن موسی بن محمد الغرناطی (متوفی ۷۹۰ھ) الموافقات، الفصل الثالث فی الأوامر والنواہی ۳/۴۶۸، ناشر: دار ابن عفان، طبع اول، ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۷ء، ط: دار المعرفہ، بیروت)۔

(...احکامِ شریعت کے استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام میں اجتماع کا وہ اثر ہوتا جو انفراد کا نہیں ہوتا... چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بیع اور قرض سے منع فرمایا؛ حالانکہ ان میں سے ہر ایک کو اگر انفرادی طور پر کیا جائے تو جائز ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کے خوف سے الگ الگ مال کو جمع کرنے اور جو مال ایک جگہ ہو اس کو الگ الگ کرنے کی ممانعت فرمائی، اس کا تقاضہ ہے کہ اجتماعی حیثیت کے ایسے آثار و احکام ہوتے ہیں، جو انفرادی حیثیت کے نہیں ہوتے)۔

یہ صحیح ہے کہ معاملات میں اصل جائز ہونا ہے؛ لیکن یہ ایسے وقت میں ہے جب کہ حرمت پر کوئی دلیل موجود نہ ہو؛ لیکن اگر کسی معاملہ میں حلت اور حرمت کا شبہ پیدا ہوجائے تو

پھر حرمت کو ترجیح دی جائے گی؛ جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے : ''**إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام**'' (ابن نجیم، شیخ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم (۹۲۶—۹۷۰ھ) الاشباہ والنظائر، القاعدة الثانية ۱/۱۰۹، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان سن طباعت ۱۴۰۰ھ—۱۹۸۰ء) (جب کسی معاملہ میں حلال وحرام دونوں کا پہلو ہو تو حرام کا پہلو غالب ہوگا)۔

تورق کی شکلیں:

بینکوں میں تورق کی متعدد شکلیں رائج ہیں، ان میں سے چند اہم شکلیں ذکر کی جاتی ہیں:

۱—تورق حقیقی: اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص باقاعدہ سامان فروخت کرتا ہے اور دوسرا شخص خریدتا ہے اور پھر وہ خریدار اپنی ضرورت کی تکمیل کے لئے کسی تیسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے، اس کو تورق بسیط بھی کہا جاتا ہے۔

یہ شکل عموماً انفرادی طور پر اختیار کی جاتی ہیں اور کوئی شخص بوقت ضرورت اس کو اختیار کر کے اپنی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔

۲—تورق صوری: ایک شخص صورۃً کوئی چیز خریدتا ہے اور مبیع پر قبضہ کئے بغیر محض کاغذی کارروائی کے ذریعہ بالواسطہ طور پر اسی فروخت کنندہ شخص کے کسی ایجنٹ یا جاننے والے کے ہاتھ بیچ دیتا ہے، جس کو بائع اول خود متعین کرتا ہے، پھر اس کی مختلف صورتیں ہیں:

۱—تورق منظم، ۲—بینکاری تورق، ۳—تورق مقلوب۔

۱—تورق منظم: تورق منظم کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص کو نقد رقم کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن نقد رقم قرض دینے والا کوئی نہیں ملتا، تو وہ شخص کسی سے کوئی سامان مہنگے داموں میں خرید لیتا ہے اور پھر بائع خود ہی تورق کے تمام امور کا اہتمام کرتا ہے، یہی بائع اس شخص کی طرف سے وکیل بن کر اس چیز کو دوسرے شخص سے نقد فروخت کر دیتا ہے اور خریدنے والے

سے چیز کی قیمت لے کر ضرورت مند شخص کے حوالہ کر دیتا ہے۔

۲ — بینکاری تورق: بینکوں کے اندر تورق کا جو طریقہ مروج ہے وہ تورق منظم سے قریب تر ہے، چنانچہ بینک ضرورت مند شخص متورق کے ہاتھ کوئی چیز مہنگے داموں پر فروخت کرتا ہے اور پھر متورق کی طرف سے بطور وکیل کے اسی چیز کو کسی تیسرے شخص کے ہاتھ نقد کم قیمت پر فروخت کر کے رقم متورق کے اکاؤنٹ میں منتقل کر دیتا ہے، یہ تیسرا شخص بینک ہی سے متعلق ہوتا ہے۔

۳ — تورق مقلوب: تورق مقلوب کو مرابحہ عکسیہ بھی کہتے ہیں اور اس کو انگریزی میں Inverse Murabah براہ راست انویسمنٹ اور Direct Investment بھی کہتے ہیں، یہ بینکاری تورق ہی کی ایک قسم ہے، اس میں خود بینک کو روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس میں بینک متورق ہوتا ہے اور بینک کا اکاؤنٹ ہولڈ بائع ہوتا ہے، وہ بینک کو ادھار مہنگے داموں پر چیز بیچتا ہے اور بینک اس چیز کو کسی تیسرے شخص کے ہاتھ نقد فروخت کر دیتا ہے، یوں بینک کے پاس نقد رقم آ جاتی ہے۔

بینکاری تورق کی مختلف صورتیں:

۱ — کرنٹ اکاؤنٹ یا کریڈٹ کارڈ کا اکاؤنٹ کھولتے وقت اکاؤنٹ ہولڈر سے ان کاغذات پر دستخط لئے جاتے ہیں کہ جونہی اس کا اکاؤنٹ ایک مقررہ رقم تک پہنچ گیا، اسے تورق کے لئے استعمال کیا جائے گا، اس سے بینک کا مقصد اپنے خسارہ جات کو پورا کرنا ہوتا ہے (الدکتور سعید بوهراوة، الدکتور، التورق المصرفی، دراسة تحلیلیة نقدیة للآراء الفقهیه، ص ۹ ـ ۱۱، مجمع الفقه الاسلامی جدہ کے انیسویں سیمینار میں پیش کیا گیا مقالہ)۔

۲ — صکوک شئ مستاجرہ:

بینک زمین وغیرہ عوام کو بیچتا ہے اور پھر ان سے لیز پر لے لیتا ہے، اس شرط کے

ساتھ کہ زمین بائع یعنی بینک کو خرید شدہ رقم پر دوبارہ بیچ دی جائے گی، اس سے مقصود صاحب صکوک کو زمین کا کرایہ دلانا ہے۔

۳۔ صکوک منافع: یہ طویل المدت منافع کا صکوک ہے، جس کو عوام خرید بھی سکتے ہیں مگر اس شرط پر کہ منافع بائع اول ہی کو فروخت کرنا ہوں گے اور دوبارہ بیچتے وقت قیمت بڑھا دی جاتی ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے تجاویز

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے تورق کے سلسلہ میں جو تجاویز پاس کی ہیں، ذیل میں وہ تجاویز مختصر تشریح کے ساتھ ذکر کی جاتی ہیں:

۱— اگر اسلامی بینک یا کوئی اور مالیاتی ادارہ قرض لینے والے کے ہاتھ سامان زیادہ قیمت میں ادھار فروخت کر کے کم قیمت میں خود ہی یا اس کا کوئی ذیلی ادارہ خریدتا ہے تو یہ ناجائز ہے۔

تشریح:

مذکورہ صورت بیع عینہ کی ہے، اور بیع عینہ کے ناجائز ہونے پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، بیع عینہ سے متعلق تفصیل اور دلائل گذر چکے ہیں۔

۲— اگر بینک حقیقت میں خرید وفروخت نہیں کرتا بلکہ یہ صرف کاغذی کارروائی ہوتی ہے تو یہ بھی شرعاً ناجائز ہے۔

تشریح:

شرعا خرید وفروخت کے مکمل ہونے کے لئے بائع کا ثمن پر اور مشتری کا مبیع پر قبضہ کرنا ضروری ہے، اور جب تک مشتری کا قبضہ نہ ہوجائے، مشتری کے لئے اس کا فروخت کرنا درست نہیں ہے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "**من ابتاع طعاما فلا يبعه حتى يستوفيه**" (ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابوعبداللہ القزوینی، سنن ابن ماجہ، باب النھی عن بیع الطعام قبل مالم یقبض ۲/۷۴۹، حدیث ۲۲۲۱: دار الفکر بیروت)۔

صورت بالا میں نہ تو بینک نے ثمن پر قبضہ کیا ہے اور نہ مشتری نے فروخت شدہ سامان پر بلکہ بینک نے رسمی طور پر صرف کاغذی کارروائی کی ہے، اور رسمی کارروائی کی شرعا کوئی حیثیت نہیں ہے، اس لئے مذکورہ صورت ناجائز ہے۔

۳— اگر اسلامی بینک قرض لینے والے کے ہاتھ اپنا کوئی سامان زائد قیمت میں ادھار فروخت کر کے بے تعلق ہوجائے اور خریدار اس سامان کو قبضہ میں لینے کے بعد اپنے طور پر کسی ایسے شخص کے ہاتھ کم قیمت میں نقد فروخت کردے جس کا اس بینک سے اس معاملہ میں کوئی تجارتی تعلق نہ ہو تو یہ صورت جائز و درست ہوگی۔

تشریح:

صورت مذکورہ میں دونوں معاملے الگ الگ ہیں، کیونکہ بینک اپنا سامان ادھار فروخت کر کے الگ ہوگیا، اور یہ بیع مکمل ہوگئی، اس کے بعد خریدار نے اپنے طور پر کسی دوسرے شخص کے پاس اس سامان کو نقد فروخت کر کے ثمن پر قبضہ کرلیا اور پھر اس سے اپنی ضرورت پوری کرلی تو چونکہ اس معاملہ کا پہلے معاملہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ علاحدہ مستقل طور پر عقد بیع ہے، اس لئے یہ صورت جائز ہوگی۔

☆☆☆